# امام بغویؒ

## ۴۳۶ھ تا ۵۱۹ھ

جناب عبد الرشید عراقی - سوہدرہ -

**نام و نسب** امام بغویؒ کا نام حسین بن مسعود، کنیت ابو محمد اور محی السنۃ لقب تھا۔[1]

**ولادت و وطن** ۴۳۶ھ بغ میں پیدا ہوئے۔ بغ ہرات اور خراسان کے درمیان ایک مقام ہے۔ اس شہر کو مشہور علمائے کرام کے مولد و مسکن کا شرف حاصل ہے۔ اب یہ شہر صفحۂ ہستی پر موجود نہیں۔ یاقوت حموی کے بیان کے مطابق ۶۱۶ھ کے بعد یہ شہر صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔[2]

**اساتذہ و تلامذہ** امام بغوی کے اساتذہ میں اس وقت کے مشہور اساطینِ فن کے نام ملتے ہیں۔ قاضی حسین جن کو فقہ میں بڑا کمال حاصل تھا اور اُن کا شمار اجلہ شوافع میں ہوتا تھا، امام بغویؒ کے اُستاد تھے۔ اور امام بغویؒ نے فقہ کی تحصیل ان ہی سے کی۔ ان کے علاوہ آپ کے کئی ایک اور اساتذہ تھے جن کا ذکر ارباب سیر نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ تلامذہ میں ابوالمکارم فضل اللہ بن محمد توقانی تھے۔ یہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کے استاد

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۴۵ و بستان المحدثین ص ۵۲۔

[2] تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۶۰ و معجم البلدان جلد ۱ ص ۲۴۵، ۲۴۶۔

شیخ فخر الدین علی مقدسی کے استاد تھے۔[1]

**تحصیل حدیث کے لیے رحلت** امام بغویؒ کے سماع حدیث کے لیے رحلت وسفر کی تصریح تذکرہ نگاروں نے نہیں کی۔ لیکن علامہ ابن السبکی (م ۷۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ آپ نے ۴۶۰ھ کے بعد حدیث کی سماع کا آغاز کیا تھا۔[2]

**حدیث میں مقام** امام بغویؒ کا حدیث میں درجہ ومقام مسلّم ہے۔ اربابِ سیر اور محدثین کرام نے اس فن میں ان کا صاحبِ کمال ہونا تسلیم کیا ہے۔ علامہ ابن السبکی (م ۷۵۶ھ) ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) اور ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے حدیث میں ان کا صاحبِ کمال ہونا تسلیم کیا ہے اور ذہبی نے ان کو الحافظ کے لقب سے یاد کیا ہے[3] اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

> امام بغوی بے نظیر محدث، معتبر اور معتمد شارحین حدیث میں سے تھے۔ شوافع میں احادیث کی شرح و توجیہہ کے لیے جو علماء ممتاز سمجھے جاتے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ ان کا لقب محی السنۃ اس فن میں ان کی عظمت و کمال کا ثبوت ہے۔[4]

**جامعیت واعترافِ کمالات** امام بغویؒ اسلام کے تین اہم بنیادی علوم یعنی تفسیر، حدیث اور فقہ میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ اربابِ سیر اور محدثین کرام نے قرآن وسنت اور فقہ کے علوم میں ان کا جامع، امام اور یکتائے روزگار ہونا تسلیم کیا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:-

> امام بغویؒ ان تین علوم (تفسیر، حدیث وفقہ) میں فاضل تھے۔[5]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۵۵، ۵۶ وطبقات الشافعیہ (ابن السبکی) جلد ۴ ص ۲۱۴، ۲۱۵

[2] طبقات الشافعیہ جلد ۴ ص ۲۱۴

[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۵۴

[4] عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ ص ۱۷

[5] البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ ص ۱۹۳

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

امام بغوی ان تین فنون (تفسیر، حدیث وفقہ) میں جامع اور ہر ایک میں مرتبۂ کمال پر فائز تھے۔ ان کی پوری زندگی انہی علوم کے پڑھنے پڑھانے میں بسر ہوئی۔[1]

علامہ السبکیؒ (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں:

بغوی کو فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا اور ان کی معلومات کا دائرہ نقل وتحقیق ہر اعتبار سے وسیع تھا۔[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے قرآن مجید کی تفسیر وتشریح میں بے عدیل،[3] ابن السبکی (م ۷۷۱ھ) نے فقہ میں یگانۂ روزگار،[4] ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے حدیث میں ان کو امام[5] تسلیم کیا ہے۔ اور ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) علوم کا سمندر بتایا ہے[6]۔ اور ابن عماد (م ۱۰۸۹ھ) نے ان کو امام وعالم خراسان تسلیم کیا ہے[7]۔

اور یہاں یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ امام بغویؒ تفسیر، حدیث اور فقہ تینوں علوم کے جامع تھے۔ اور ان کی ساری زندگی ان تینوں علوم کی نشر واشاعت میں بسر ہوئی۔ دوسرے لفظوں میں علم وفن کی خدمت ان کا خاص مشغلہ تھا۔

**علم وفضل** تذکرہ نگاروں نے ان کے علم وفضل، زہد وعبادت، صلاح وتقویٰ اور متبع سنت ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ان کو قائم الیل اور

---

۱؎ بستان المحدثین ص ۵۲

۲؎ طبقات الشافعیہ جلد ۴ ص ۲۱۲

۳؎ بستان المحدثین ص ۵۲

۴؎ طبقات الشافعیہ جلد ۴ ص ۲۱۲

۵؎ تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۵۴

۶؎ تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۹

۷؎ طبقات الشافعیہ جلد ۴ ص ۲۱۴، ۲۱۵۔

صائم النہار لکھا ہے[1]۔

**وفات** سنہ ۵۱۹ھ میں امام بغوی کی وفات ہوئی اور طالقان میں اپنے استاد قاضی حسین کے مقبرہ کے پاس دفن ہوئے[2]۔

**تصنیفات** امام بغوی کا شمار بہترین مصنفین میں ہوتا ہے۔ تفسیر، حدیث، قراءت اور فقہ جیسے اسلامی علوم پر ان کی تصنیفات ہیں۔ اور علمائے کرام نے ان کی تصنیفات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امام صاحب کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں:۔

**تفسیر سے متعلق** معالم التنزیل

**حدیث سے متعلق** ۱۔ مصابیح السنۃ ۲۔ شرح السنۃ ۳۔ الجمع بین الصحیحین ۴۔ شرح ترمذی[3] ۵۔ ارشاد الانوار فی شمائل النبی المختار ۶۔ تجرید

**فقہ سے متعلق** ۱۔ التہذیب فی الفقہ ۲۔ تعلیقات فتاویٰ قاضی حسین ۳۔ ترجمۃ الاحکام فی الفروع ۴۔ الکفایہ فی الفقہ ۵۔ فتاویٰ بغوی۔

**قراءت سے متعلق** الکفایۃ فی القراءۃ

**تاریخ** ۱۔ معجم الشیوخ ——— تعداد کل تصنیفات (۱۴)

اب یہاں آپ کی دو مشہور تصنیفات تفسیر معالم التنزیل اور مصابیح السنۃ کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔

**معالم التنزیل** یہ تفسیر کی مشہور متداول کتاب ہے۔ اس میں صحابہ کرام، تابعین اور

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۵۴۔

[2] تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۵۹، ۲۶۰۔

[3] علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۵ھ) اپنے مضمون "حجاز کے کتب خانے" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا نسخہ آپ نے کتب خانہ جمہوریہ مدینہ منورہ میں دیکھا تھا۔ (مقالات سلیمان جلد ۲ ص ۳۷۰)

تبع تابعین اور متقدمین علماء کے تفسیر کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ اس کی حیثیت ماثوری تفسیروں کی ہے۔

امام صاحب نے شروع میں ایک مقدمہ لکھا ہے، جس میں کلام مجید کی اہمیت، اس کے نزول کا مقصد اور ائمہ سلف کی تفسیری خدمات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

گو اکابر مفسرین کے کارناموں پر اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے لیکن قدیم کی تجدید کے لیے ان میں کاوش و جد و جہد کا سلسلہ برابر جاری رکھنا چاہیے اس لیے میں نے لوگوں کی فرمائش پر ایک متوسط درجہ کی کتاب مرتب کی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس فن میں اشتغال رکھنے والوں کے لیے یہ مفید ثابت ہو گی [۱]

امام صاحب نے اپنی اس مایۂ ناز تفسیر اسبابِ نزول کی تعیین، ناسخ و منسوخ کی تصریح، فقہاء کے احکامِ شرعی کے استنباطات کا ذکر، اعراب اور قراءت کا اختلاف، نحوی و صرفی اشکال پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان مباحث کی توضیح کے لیے احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے مدد لی ہے۔

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف خازن (م ۷۴۱ھ) کی تفسیر لباب التنزیل جو تفسیر خازن کے نام سے معروف ہے۔ تفسیر معالم التنزیل کا ملخص ہے، جیسا کہ خازن نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے [۲] اور خازن اس تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

علم تفسیر میں بغوی کی معالم التنزیل بڑی اہم اور بلند پایہ کتاب ہے۔ یہ صحیح اقوال کا مجموعہ ہے، شکوک و تصحیف سے پاک، احادیث و آثار سے مزین اور عجیب واقعات پر مشتمل ہے [۳]

---

۱ مقدمہ معالم التنزیل

۲ مقدمہ تفسیر خازن جلد ۱ ص ۳، ۳ ایضاً جلد ۱ ص ۳

تفسیر معالم التنزیل ہندوستان اور مصر سے شائع ہو چکی ہے اور ۱۳۳۱ھ میں تفسیر خازن کے حاشیہ پر ۷ جلدوں میں شائع ہوئی۔

**مصابیح السنۃ** یہ حدیث کی مشہور و معتبر کتاب ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امام ولی الدین خطیب تبریزی (م ۷۳۷ھ) کی مشہور و متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح جو عربی مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کا تکملہ ہے۔

صاحب مشکوٰۃ خطیب تبریزی مصابیح السنۃ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

محی السنۃ قامع البدعۃ امام بغوی کی کتاب مصابیح السنۃ نہایت جامع کتاب ہے لیکن اس میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور سندیں حذف کر دی گئی ہیں۔ امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں دو فصلیں قائم کی ہیں۔ میں نے (مشکوٰۃ المصابیح) میں ایک فصل کا اضافہ کیا ہے[1]

**تقسیم و ترتیب** یہ کتاب ابواب و فصول میں منقسم ہے۔ ہر باب کی حدیثیں دو فصلیں ہیں اور ان فصلوں میں صحاح و احسان کے عنوان سے حدیثیں درج کی گئی ہیں۔ صحاح کے اندر بخاری و مسلم اور حسان کے اندر ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ کی حدیثیں درج ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ کتاب نیت والی حدیث سے شروع ہوتی ہے اور نیت ہی پر کام کا سرا ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ آخرت کے لفظ پر ہے جو کتاب کے حسنِ خاتمہ کی خبر دیتا ہے[2]

**تعداد احادیث** مصابیح السنۃ میں احادیث کی تعداد ساڑھے چار ہزار کے لگ بھگ ہے اور اس میں نصف سے کچھ کم احادیث بخاری و مسلم کی ہیں۔ باقی احادیث دوسری کتابوں کی ہیں[3]

**مصابیح السنۃ کی خصوصیات** ائمہ صحاح اور اکابر محدثین کی روایات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے اس کی احادیث نہایت معتبر و مستند تسلیم کی جاتی ہیں۔ اور اس میں جو احادیث غریب اور

---

[1] مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح [2] بستان المحدثین۔ ص ۱۳۲۔
[3] کشف الظنون جلد ۲ ص ۴۴۲

ضعیف ہیں۔ امام بغوی نے اس کی نشان دہی کر دی ہے۔ اس وجہ سے کتب حدیث میں مصابیح السنۃ کا پایہ نہایت بلند ہو گیا ہے۔

مصابیح السنۃ ایمانیات، اعتقادیات اور اعمال و احکام ہر قسم کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ اس لیے ہر طرح کا ذوق رکھنے والے اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور محدثین کرام نے اس کی ترتیب کو پسند کیا ہے[1]

**ایک اعتراض اور اس کا جواب** محدثین کرام کے نزدیک حسان کی جو تعریف ہے امام بغوی نے اس سے ہٹ کر حسان کی تعریف کی ہے۔ اسی پر صحیح مسلم کے مشہور شارح امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے اعتراض کیا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

واما التقسيم البغوى الى حسان وصحاح مريدا بالصحاح ما فى الصحيحين وبالحسان ما فى السنن فليس بصواب لان فى السنن الصحيح والحسن والضعيف والمنكر[2]

یعنی بغوی نے صحاح و حسان کی تقسیم کر کے جو صحاح سے صحیحین کی اور حسان سے سنن کی حدیثیں مراد لی ہیں، وہ درست نہیں ہے، کیونکہ سنن میں تو صحیح حسن ضعیف اور منکر ہر طرح کی حدیثیں ہیں۔

محدثین کرام نے امام نووی کے اس اعتراض کا یہی جواب دیا ہے کہ بغوی کی خاص اصطلاح ہے اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔ جو عرفی اصطلاح پر جاری نہیں ہو سکتی[3]

**مصابیح السنۃ کی شروح و مختصرات** مصابیح السنۃ کی اہمیت اور خصوصیات کی وجہ سے اس کی متعدد شرحیں اور مختصرات لکھے گئے ہیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون[4] اور محی السنۃ امیر الملک حضرت سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے اتحاف النبلاء[5] میں ۲۹ شروح و مختصرات کا نام لکھے ہیں۔

---

[1] کشف الظنون جلد ۲ ص ۴۴۴ [2] تقریب مع شرح تدریب الراوی ص ۴۵ - [3] ایضاً
[4] کشف الظنون ص ۳۴۴، ۵۴۴ [5] اتحاف النبلاء ص ۱۵۱، ۱۵۲ -